Urdu Scholars Ki Duniya- International Refereed Journal for Urdu ISSN 2320-5369, EISSN 2320-8910

IF: Cosmos Impact Factor: 3.527 IF: Global Impact Factor: 0.383

فکرِاقبال۔۔۔افکارِمعرّی کی روشنی میں

ڈاکٹراختر شمار

علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) بیسویں صدی کے وہ عظیم اور آفاقی شاعر ہیں جن کی شاعری اور فکر آج بھی تر وتازہ اور توانا محسوس کی جاتی ہے۔ایران کے ملک الشعراء بہار نے فراخ دلی سے اقبال کے کمال کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''وہ ہماری ہزار سالہ اسلامی فکر ونظر کا ثمر ہے'' بلا شبہ اقبال ایک عظیم مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ صاحبِ بصیرت شاعر بھی ہے۔اس کے افکار میں اتنا تنوع اور اتنی ثروت ہے کہ اگر اس کے تفکر وتاثر کے ہر پہلو کی توضیح وتشریح اختصار سے بھی کی جائے تو ہزار صفحات بھی اس کے لیے ناکافی ہیں۔واقعتاً وہ مشرق ومغرب کے کم از کم سہ ہزار سالہ ارتقائے فکر کا وارث ہے۔''

شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اقبال نے مشرقی دانش کے ساتھ ساتھ مغربی حکماء کے بہترین افکار سے بھی استفادہ کیا۔اس نے کہیں ان کا تذکرہ کیا اور کہیں ان کے اندازِ فکر کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی لیکن اسکا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ وہ کسی کا مقلد اور خوشہ چین ہے،اقبال نے جس کو بھی دیکھا اپنی محققانہ نظر سے دیکھا جو اسے پسند آیا، لے لیا اور جو کچھ جادہ حقیقت سے الگ دکھائی دیا اسکی تر دید کردی۔

'' دراصل علامہ اقبال کا مطالعہ گہرا اور ان کا ذہنی پس منظر بے حد وسیع تھا، عربی فارسی اردو اور انگریزی پر انھیں عبور حاصل تھا،بعض دوسری زبانوں میں بھی انھیں خاصی شُد بد تھی۔مشرقی اور مغربی فلسفے پر گہری نظر رکھتے تھے،سیاسیات، معاشیات اور مذہبیات پر بھی انھیں دسترس حاصل تھی۔اسلامیات میں وہ قرآن حدیث اور فقہ کے مسائل کا گہرا شعور رکھتے تھے۔یہ سب وسعتِ مطالعہ ان کے اشعار،مکاتیب مضامین اور بیانات سے ظاہر ہے۔'' (۱)

علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے سے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو جھنجوڑنے کی کوشش کی ،وہ ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں جو ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کو اصل اصول قرار دے۔۔۔''یعنی اچھی چیز جہاں سے ملے لے لو،خراب چیز جہاں بھی ہو ترک کردو۔'' (۲)

اسی اصول کو اقبال نے اپنی فکر کے لیے بھی پسند کیا، دنیا بھر کے مفکرین اور فلسفیوں سے جہاں کوئی اچھی بات انھیں پسند آئی انھوں نے استفادہ کیا۔۔۔شعرائے عرب کو پسند کرنے کی وجہ اقبال کے نزدیک یہ تھی کہ ''عرب شعراء کے کلام میں حقیقت پروری اور ہمت افزائی تھی ،اس میں صحرا کی گرمی اور بادِ صرصر کی تندی تھی۔''

مولانا شبلی نے شعراء العجم میں لکھا ہے:

''عرب میں قوم کی باگ شعراء کے ہاتھ میں تھی وہ قوم کو جدھر چاہتے جھونک دیتے تھے، جدھر سے چاہتے تھے روک لیتے تھے۔۔۔افسوس کہ ایران نے کبھی یہ خواب نہیں دیکھا، یہاں کے شعراء ابتدا سے ہی غلامی میں پلے اور ہمیشہ غلام رہے، وہ اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے پیدا ہوئے۔''

علامہ اقبال بھی اسی نقطہ نظر کے حامی تھے۔ان کا خیال تھا کہ ''عجمی افکار وجذبات نے اسلامی ادب کو زندگی کی قوتوں سے بیگانہ کردیا'' جبکہ اقبال بذاتِ خود'' زندگی کو سراسر پیکار قرار دیتے ہیں'' اُن کے مطابق قوت زندگی کی ایک اساسی قدر ہے،ضعیف پروری سے زندگی کے عناصر سست پڑ جاتے ہیں۔رحم کوئی فضیلت نہیں بلکہ حیات کش ہونے کی وجہ سے ایک مذموم صفت ہے صفت ہے جو کمزوروں کی اخلاقیات نے اپنی حفاظت کے لیے ایجاد کی ہے۔عربی شاعری میں اس فکر کے نقوش ابوالعلاء معرّی کے ہاں بھی نظر آتے ہیں۔معرّی بھی کمزوری کو لعنت قرار دیتا ہے۔شاید اسی لیے علامہ اقبالؒ معرّی کی فکر کی تحسین کرتے دکھائی دیتے ہیں۔علامہ اقبالؒ نے ابوالعلامعرّی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے باقاعدہ ایک نظم تخلیق کی۔نظم کچھ یوں ہے:

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّی

پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزراوقات

اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا

شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات

یہ خوانِ تروتازہ معرّی نے جو دیکھا

کہنے لگا وہ صاحبِ غفران ولزومات

اے مرغکِ بیچارہ ذرا یہ تو بتا تو

تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات

افسوس! صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو

دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

(۳) (نظم -- ابوالعلامعرّی -- مشمولہ بالِ جبریل)

ابوالعلامعّری (...1057ء---973.ء) عہدِ عباسیہ کا وہ بلند پایہ شاعر، بے باک نقاد اور آزاد خیال مفکر تھا جسکی مثال عربی شاعری میں نہیں ملتی۔اسے اگر چہ اپنی بے باکی اور آزاد خیالی کے صلے میں معاصرین کی طرف سے ملحد وزندیق کا خطاب بھی مل چکا ہے لیکن اسکا کلام فی الحقیقت شاعری کا صحیح ترجمان ہے۔

(۴) ابوالعلامعرّی کا اصل نام احمد بن عبداللہ بن سلیمان تھا۔اسکا تعلق جنوبی عرب کے قبیلہ تنوخ سے تھا۔اس قبیلے کے کچھ لوگ وطن سے ہجرت کر کے شام کے ایک مقام معرۃ النعمان مین جا بسے تھے۔ابوالعلا وہیں ۳۶۳ھ (۹۷۳ء) مین پیدا ہوا اور اسی وجہ سے معری کہلایا۔چھ سات کی عمر میں چیچک نکلنے کے باعث بینائی کھو بیٹھا، حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو کچھ سن لیتا وہ یاد ہو جاتا، وہ ۵۳ برس کی عمر میں بغداد آیا اور کم وبیش دو سال وہاں مقیم رہا۔بعد میں واپس وطن لوٹ آیا اور خانہ نشین ہو گیا۔چھیاسی برس کی عمر میں انتقال کر گیا۔اس نے چالیس اکتالیس سال کی عمر میں گوشت ترک کر دیا، اور زندگی کے آخری پینتالیس سال میں سبزیوں کے سوا کچھ نہ کھایا۔(۵)

معّری کی طرح علامہ اقبال نے بھی نظم ونثر کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ابوالعلامعری کی شاعری اپنے زمانے کی حکومت اور سماج پر بے باکانہ تنقید کا مرقع اور زندگی کے متفرق گوشوں پر شاعر کے ذاتی افکار کی آزاد ترجمان ہے۔اس کے نزدیک اپنے نفس پر قدرت حاصل کر لینا اور اپنی ضروریات کو کم کرنا سلامتی ہے، ضروریات بڑھانا اور ان سے مغلوب ومجبور ہو جانا، شیوہء مردانگی نہیں۔ابوالعلامعری نے شاعری میں نئی روح پھونکی، اسکے نزدیک شاعری محض تفریح وطبع کا ذریعہ نہیں بلکہ وہ ایک حقیقت ہے جو سماج کی بگڑی حالت کو سدھار کر اسکو ترقی کے بامِ عروج تک پہنچا سکتی ہے۔شاعری ایک آلہ ہے جس کے ذریعے قوم کی خفتہ صلاحیتوں کو خوش گوار اسلوب میں بیدار کیا جا سکتا ہے۔ (۶)

علامہ اقبال بھی اسی نظریے کے قائل ہیں۔اُن کے نزدیک اسلام سراپا حرکت ہے، اور ہمہ سمتی جدوجہد کا نام ہے۔حفاظتِ دین اور حمایتِ حق میں تلوار اٹھانا اس کا فقط ایک ہنگامی پہلو ہے۔علامہ اقبالؒ حکیم نطشے اور ابوالعلامعرّی کی طرح قوت کے شیدائی ہیں۔انہوں نے اپنے افکار میں قوت اندوزی کی تعلیم پر زور دیا۔ان کا خیال ہے کہ زندگی بقائے قوت اور ارتقائے قوت کا نام ہے، قوت کی بقا کے لیے مزاحم قوتوں پر غالب آنا ضروری ہے۔زندگی ہر جگہ خیر وشر کی پیکار ہے یا ادنیٰ حالت سے نکل کر اعلیٰ حالت میں جانے کی کوشش ہے۔چپ چاپ ظلم سہنے والا ہی ظالم کو ظالم بناتا ہے۔دنیا میں اگر کوئی مظلوم بننے کو تیار نہ ہو تو ظالم کا وجود

بھی باقی نہ رہے۔اقبال مغلوب ومظلوم اور مفتوح و مایوس کو خودداری کا پیغام دیتا ہے جو افراد کے اخلاقی ضعف اور تمام امراضِ ملّی کا علاج ہے۔ایسی حالت میں مسکینی کی تلقین مرض میں اضافے کا موجب بن سکتی ہے۔اقبال مسلمانوں کو درس دیتے ہیں کہ فطرت کی قوتوں کو تسخیر کرکے اسبابِ حیات میں فراوانی پیدا کریں۔اقبال کی خودی میں نہ تکبر ہے نہ نخوت اور نہ ہی وہ محبت کے منافی ہے،اقبال کے ہاں خودی زندگی کا سرچشمہ ہے۔

حکیم سقراط بھی ایک قول ہے کہ ''کم احتیاج انسان الوہیت کی صفات سے بہرہ اندوز ہوتا ہے'' کیونکہ خدا بھی بے احتیاج ہونے کی وجہ سے بے نیاز ہے''

حضرت عمرؓ بھی یہی نصیحت فرماتے تھے اور اسکا بہترین نمونہ تھے''اقلل من الدنیا تعش حرّا'' یعنی دنیاوی حاجتوں کو کم سے کم کرو،آزادی اور حریت کی زندگی ،اسی طرزِ عمل سے حاصل ہوتی ہے۔'' مردِ حُر کو فقط اتنے ہی مال کی ضرورت ہے جو اس کو سائل اور گداگر ہونے سے محفوظ رکھے۔مال کا مصرف یا خدمتِ خلق ہے یا اپنی خودداری کی حفاظت مگر مال کی محبت کے بغیر منعم ہونا،سائل ہونے سے بہتر ہے۔ ،اقبال نے اس نقطے کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

؎ اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (۷)

اقبال کی فکر بھی صوفیا کے تصور سے قدرے مختلف ہے،اقبال کے نزدیک انسان کو اپنی ذات کے لیے قناعت پسند ہونا چاہیے اور ضروریات کم سے کم رکھنی چاہیں لیکن ملت کے لیے قناعت درکار نہیں۔ابوالعلامعرّی کہتا ہے:

''بلاشبہ قبر میں اترنا ہے پھر فلک بوس محلوں میں کونسا مقصد پورا ہوتا ہے میری گزر بسر کے لیے بقدرِ ضرورت یہی کافی ہے،تن ڈھانپنے کو میرے چیتھڑے بہت ہیں،قوت خدا میرا خزانہ ہے اور موت کے گھاٹ اترنا میرا مقدر ہے'' (۸)

وہ کہتا ہے:

''دنیا میں سب سے بے نیاز وہ پارسا ہے جو تھوڑی چیز پر راضی ہو،کارچوبی،پوشاک اور تاج سے نفرت کرے اور پہاڑ کی چوٹی پر بسیرا کرے اور سب سے زیادہ حاجت مند وہ بادشاہ ہے جو ہمیشہ فوجی دستوں اور لشکروں کا محتاج رہتا ہے''۔(۹)

علامہ اقبال اپنی نظم گدائی میں کہتے ہیں:

؎ مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج

کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا(۱۰)

عموماً صوفی کہتے ہیں چیونٹی بنو کہ لوگ تمہیں پاؤں کہ نیچے روند کر زندانِ ہست بود سے نجات دلوائیں،بھڑ نہ بنو کہ خواہ مخواہ کسی کو ڈنک مارو گے۔بھیڑ بنو تاکہ تمہارے نرم بالوں سے لوگ گرم کپڑے بنائیں،تمہارے گوشت سے لوگ اپنا پیٹ بھریں،بھیڑیا نہ بنو کہ ناچار کسی جانور کو ہلاک کروگے اور اسکی بددعائیں لوگے۔''

لیکن اس کے برعکس علامہ اقبال کہتے ہیں:''چیونٹی نہ بنو ورنہ لوگ تمہیں روند ڈالیں گے،شبنم کا قطرہ نہ بنو شیر یا چیتا بنو،عقاب شہباز بنو اور اگر جمادی زندگی پسند ہو تو پتھر بنو تاکہ کسی کا سر توڑ سکو،حیوانی جامے میں رہنا چاہو تو کسی قسم کا درندہ بنو،سست عناصر،صوفیوں کی باتیں نہ سنو،وہ اپنی جان کے بھی دشمن ہیں اور تمھاری جان کے بھی۔۔۔''

اس اقتباس کو پڑھ کر''یھدی بہ کثیراً ویصل بہ کثیراً'' کی آیت یاد آتی ہے۔اقبال نوجوانوں کو شاہین کی صفات اپنانے کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

؎ نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر۔۔۔(۱۱)

معرّی کی طرح وہ بھی کمزوری اور ضعف کو''لعنت'' سمجھتے ہیں۔معرّی کہتا ہے:

’’بیشتر انسانوں کی صحبت بھیڑیوں سے مشابہ ہے جب تجھے کمزور پائیں گے تجھے دبالیں گے‘‘ (۱۲)

لیکن اُس کے لیے دوسرے حکماء کی طرح مسئلہ زن باعثِ تشویش بنا رہا، وہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا سختی سے مخالف ہے، وہ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم سے زیادہ خانگی فرائض کی انجام دہی پر زور دیتا ہے۔۔وہ کہتا ہے :

’’شوہر سے بڑھ کر عورت کی نگہبانی کوئی نہیں کر سکتا، اسکی وجہ سے وہ محفوظ رہتی ہے۔‘‘ (۱۳)

اقبال نے اس فکر کی تائید کی ہے وہ کہتا ہے:

ؔ اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ ،نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد۔۔۔۔۔۔ (۱۴)

عورت اور تعلیم کے عنوان سے اقبال کے شعر ملاحظہ کیجئے:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اموموت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نا زن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق ومحبت کے لیے علم وہنر موت ۔۔۔۔۔(۱۵)

مختصراً یہ کہ اقبال نے فارسی اور اردو شاعری کا رُخ بدل دیا اور اس سے وہی کام لیا جو عربی شاعر لیا کرتے تھے شاید اسی لیے وہ کہتا ہے کہ:

ؔ نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے مری

تعلیقات وحواشی:

۱۔ اقبال چند نئی جہات۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۱۰ء
۲۔ ایضاً
۳۔ نظم۔ابوالعلامعری۔مشمولہ بالِ جبریل
۴۔تاریخ الادب العربی۔از۔عمر الفروخ۔
آدابِ خود آگاہی۔ڈاکٹر اختر شمار۔اسلامک بک سنٹر لاہور۔۲۰۱۱ء
۵۔ مطالبِ کلامِ اقبال اردو۔۔غلام رسول مہر۔شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔۱۹۹۷ء
۶۔آدابِ خود آگاہی ڈاکٹر اختر شمار
۷۔بالِ جبریل۔کلیاتِ اقبال۔غلام علی اینڈ سنز لاہور۔۱۹۹۶ء طبع سوم

۸۔لزومیات۔۔ابوالعلامعری۔بمبئی۱۸۸۶ء۔۔۔قاہرہ۔ ۱۸۸۹ء
افکارِمعری۔ترجمہ عبدالرحمٰن سواتی۔
۹۔۔ایضاً
۱۰۔گدائی، ماخوذ انوری۔۔بالِ جبریل
۱۱۔ایک نوجوان کے نام۔بالِ جبریل
۲۱۔افکارِمعری
۳۱۔ایضاً
۴۱۔عورت کی حفاظت۔(نظم) ضربِ کلیم (کلیاتِ اقبال)
۵۱۔عورت کی تعلیم۔(نظم) ایضاً

☆☆☆